ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کا عظیم تاریخی کارنامہ

وابستگانِ تنظیم اسلامی اور انجمن ہائے خدام القرآن جس فکرِ دین کے علمبردار ہیں اور جس تُراثِ علمی کے خوشہ چیں ہیں اس میں اسلام محض چند عقائد و رسومات کا مجموعہ نہیں ہے اور نہ ہی اس تصورِ اسلام میں صرف ذاتی عبادات اور دینی اخلاقیات ہی مرکزِ توجہ ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ تمام پہلو اسلامی تعلیمات ہی کے عناصرِ ترکیبی ہیں۔ لیکن جس تصورِ اسلام کی علمبرداری کا شرف دبستانِ ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کو حاصل ہے وہ وسیع تر اور زیادہ ہمہ گیر ہے۔

اس تصورِ اسلام میں اسلام کی حیثیت ''دین'' کی ہے' جس کی بہتر اور متوازن تعبیر کے لیے ''نظامِ حیات'' کا استعارہ موزوں تر ہے۔ یہ تصورِ اسلام قرآن وسُنّت کی اُن تعلیمات کے مجموعے سے عبارت ہے جس میں انسانی زندگی کے جملہ اعتقادی و نظری' علمی و عملی' انفرادی و اجتماعی' قانونی و انتظامی' معاشی' معاشرتی' سیاسی اور قومی و بین الاقوامی معاملات کے بارے میں ہدایات شامل ہیں اور جس کا عملی نفاذ ''خلافت'' کہلاتا ہے۔ یہ اسلام اپنی کُل ہمہ گیریت کے ساتھ ایک وحدت ہے اور اس میں استثناء کا عمل دخل نہیں ہے۔ اس اسلام کو مِن حیث الکُل اختیار کرنا قرآن کا اولین تقاضا ہے: ﴿یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً﴾ اور اس تصورِ اسلام کی صحیح تعبیر اُسی صورت میں ممکن ہے جب کہ جملہ امور میں قرآن وسُنّت کی بالادستی کو قبول کیا جائے۔

المیہ یہ ہے کہ دورِ زوال کے اثراتِ بد نے اس تصورِ اسلام کو مجروح کر دیا ہے۔ مزید برآں اُمت کے چیرہ دست حکمران طبقات کی اُلٹی قلابازیوں نے جدید تعلیم یافتہ دینی ذہن رکھنے والے عوام و خواص کی بڑی تعداد کو دین کے سیاسی غلبہ و تسلّط کے حوالے سے متوحّش کر دیا ہے..... 'نتیجتاً وہ اپنے آپ کو اخلاقیات اور انفرادی تزکیہ تک محدود کرنے پر مجبور پاتے ہیں۔ دراصل ان طبقات کا معاملہ یہ ہے کہ ع

ساری جاتی دیکھئے تو آدھی دیجیے بانٹ!

یعنی اجتماعیت کے معاملات پر تو آپ کا اختیار نہیں اور نہ ہی معاشی و سیاسی امور تک رسائی ہے' لہٰذا ان کے بارے میں کڑھنے اور فکرمند رہنے سے بہتر ہے کہ جو کچھ ہاتھ میں ہے اسے سنبھالا جائے۔ اس ''دفاعی'' طرزِ عمل نے تدریجاً ایک نظریے کی صورت اختیار کر لی ہے جس کے اپنے ہی دلائل اور

تاویلات ہیں۔

روایتی دینی علمی حلقے البتہ اس فکری رجحان کی بہت حد تک تائید کرتے ہیں جسے ہم نے اسلام بطورِ نظامِ حیات سے تعبیر کیا ہے۔ ان کے یہاں دین کے سیاسی غلبے سے ویسا توحُش نہیں ہے جیسا کہ مقدّم الذکر طبقے کو ہے۔ نظامِ خلافت کے قیام کے حوالے سے ان کے ہاں یہ تصور بہت غنیمت ہے کہ ''آج کے حالات میں خلافت کے بغیر اُمّتِ مُسلمہ بحیثیت مجموعی ایک فرض کی تارک و گناہگار ہے۔''

یہ طرزِ فکر بوجوہ مثبت اور ایجابی ہے۔ کم از کم یہ احساس تو ہے کہ ہم کچھ کھو چکے ہیں' جس کی بازیابی اُمّت کے ذمّے ہے۔ اپنے مستقبل کے لائحہ عمل کو ماضی کے تناظر میں دیکھنے کی ایک دبی ہوئی خواہش تو ہے۔ ہاں جس چیز کی کمی ہے وہ اس ''کھوئی ہوئی جنت'' کے حصول کا درست لائحہ عمل ہے۔ ایک ایسا لائحہ عمل جو محمدؐ رسول اللہ ﷺ کے درست ترین لائحہ عمل سے ماخوذ ہو اور جو آج کے جدید لیکن پُرفتن دور کی نزاکتوں کا بھی لحاظ رکھتا ہو...... 'اور جو ایسا موزوں اور متوازن ہو کہ اگر اس سے کسی مثبت نتیجہ کا حصول نہ ہو سکے تو کم از کم منفی نتائج تو برآمد نہ ہوں۔ یعنی' بالفاظ دیگر' اگر دُنیا میں اپنی تمام تر مخلصانہ کوششوں کے باوجود مشیّتِ الٰہی سے قیامِ خلافت کی منزل تک رسائی ممکن نہ ہو تو بھی آخرت میں اخلاصِ نیت اور درست لائحہ عمل اختیار کرنے کی جزا تو یقینی ہو۔

دبستانِ ڈاکٹر اسرار احمد ؒ کو' بحمد اللہ' اس درست لائحہ عمل کا فیضان بھی حاصل ہے۔ اس لائحہ عمل کو اپنی جملہ جزئیات کے ساتھ قلم و قرطاس کی زینت دینا ڈاکٹر اسرار احمد ؒ کا وہ عظیم کارنامہ ہے جسے ایک تاریخی کام قرار دینا ہرگز غلط نہ ہوگا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس لائحہ عمل اور منہج کو موضوعِ بحث بنایا جائے تاکہ بحث و تمحیص سے ایک ایسی فضا پیدا ہو سکے کہ جس سے قیامِ خلافت کی منزل کی رکاوٹیں دُور ہوں۔ oo

دعوت رجوع الی القرآن کی اساسی دستاویز

ڈاکٹر اسرار احمد ؒ کی مقبولِ عام تالیف

مسلمانوں پر قرآن مجید کے حقوق

اشاعت خاص: 40 روپے اشاعت عام: 20 روپے